Oriental College Magazine, Vol.101, No. 02, Serial No. 380, 2025

مثنوی معنوی مولانا روم میں عربی اشعار

افشین شوکت، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر (وزٹنگ)، شعبہ اردو، جی سی ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

صدف نقوی، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو
صدر شعبہ اردو جی سی ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

Arabic Verses in Masnavi Ma’nawi by Maulana Jalal al Din Muhammad Rumi

Afsheen Shaukat, PhD
Visiting Assistant Professor Urdu
Govt. College Women University, Faisalabad
Sadaf Naqvi, PhD
Assistant Professor of Urdu
HOD, Department of Urdu GCWU, Faisalabad

Abstract

This research paper presents an analytical study and identification of Arabic verses in Maulana Rumi's unique Persian Masnavi "Masnavi Manawi". There is immense creativity in this Masnavi of Maulana Rumi, which was expressed in Persian language, but at some places there are Arabic verses. These Arabic verses contain Qur'anic verses, the blessed biography of Muhammad (PBUH) and his valuable companions, historical events as well as instructive sayings. These Arabic verses included in the Masnavi are a good example of the creative collaboration between Persian and Arabic. The wisdom and depth of thought in the historical events of Islam and different religions is also a feature of these Arabic poems.

Keywords:
Arabic, poetry, Maulana Rumi, Masnavi Manawi, Persian

مثنوی معنوی مولانا روم میں بے شمار اشعار ایسے ہیں جو عربی متون پر مشتمل ہیں اور اپنی معنویت اور پس منظر کے اعتبار سے انتہائی منفرد ہیں۔ جلال الدین مولانا رومؒ نے مثنوی معنوی میں عربی متون کو بکثرت استعمال کیا ہے۔ حکایات کے بیان کے ضمن میں ان کے عربی اشعار خالص قرآنی آیات پر بھی مشتمل ہیں اور غیر قرآنی عربی متن پر بھی مشتمل ہیں۔ عربی متون پر مشتمل اشعار مولانا رومؒ کی مثنوی کے ہر دفتر میں موجود ہیں۔ عربی متون پر مشتمل اشعار مولانا کی عربی زبان پر کامل قدرت کا ثبوت ہیں۔ مثنوی مولانا رومؒ کے عربی اشعار مختلف النوع موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ان میں سیرتِ رسول، اسوۂ حسنہ، اصحابِ کبار کی سیرت، تاریخی واقعات، نصیحت آموز حکیمانہ اقوال اور دیگر فرمودات شامل ہیں۔ اسی طرح ان اشعار میں تمام فنی نکتہ ہائے رموز و امور بھی بیان ہوئے ہیں۔ ان اشعار کی فنی نزاکت کو دیکھ کر مولانا رومؒ کی قادر الکلامی کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ ذیل میں مولانا کے عربی اشعار کے متون کو موضوعی حوالے سے فرداً فرداً زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ دفتر اول سے یہ عربی اشعار دیکھئے:

مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ
ان تغب جاءَ القضا ضاقَ الفضاء
انتَ مولیٰ القومِ من لا یشتھی
قدردیٰ کلا لئن لم ینته(۱)

ترجمہ: ” خوش آمدید! اے پسندیدہ! اے برگزیدہ! اگر تو غائب ہوا، موت آجائے گی، فضا تنگ ہو جائے گی۔ تو قوم کا آقا ہے! جو تجھے نہیں چاہتا وہ بے شک ہلاک ہوا، یقیناً وہ ہر گز نہ رکا۔“

یہ اشعار ” محبتِ رسولؐ“ کا موضوع لیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کی محبت کو امتِ مسلمہ پر اس کی جان، مال و متاع اور اولاد سے بڑھ کر فرض ہے اور اگر کوئی شخص محبتِ رسولؐ کے اس درجے پر فائض نہیں ہے تو اسے مومن نہیں کہا جا سکتا۔ تو قرآن پاک نے قیامت کے دن لوگوں سے کہا کہ ﴿إن کنتم تحبّون اللہ فتبعونی یحببکم اللہ﴾ ” یعنی اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری (محمدؐ) کی پیروی کرو کہ پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔“

یہ آیتِ قرآنی اس امر کی غماز ہے کہ حضور پاکؐ کی اطاعت ہی میں اللہ کی غیر معمولی محبت و عقیدت پوشیدہ ہے اور اطاعت اسی کی جاتی ہے جس سے محبت کی جائے۔ حضور پاکؐ کی محبت کو ہر شاعر نے نبھایا ہے لیکن ان میں سے ہر شاعر نے اپنی اپنی زبان میں اس محبت و موَدت کا اظہار کیا ہے جبکہ مولانا رومؒ نے فارسی زبان سے ہٹ کر عربی زبان میں محبتِ رسولؐ میں گندھے ہوئے اشعار کہے ہیں جن سے ان کی کمال محبت و مودت کا پتا چلتا ہے۔

مولانا روم نے مثنوی معنوی کے ہر دفتر کی تقریباً ہر ایک حکایت میں عربی متون کو استعمال تو کیا ہی ہے،اس کے علاوہ انھوں نے مکمل عربی اشعار میں جو مضامین نبھائے ہیں ان کی نوعیت،اثر انگیزی،جمالیات،فنی محاسن،شعریت اور شیرینی ہی الگ قسم کی ہے۔دیکھئے معجزۂ جنابِ صالح علیہ السلام کو کس جمال آثار طریقے سے مولانا روم نے عربی کے ایک شعر میں اشارتاً بیان کر دیا ہے کہ اس سے زیادہ افصح شعر کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔یہ مولانا کی فکر اور ان کے معراجِ فن کا کمال ہے کہ " پہاڑ کے شکم سے اونٹ نکلنے" کے الفاظ استعمال کر کے پورے واقعے کو اجمالاً بیان کر دیا ہے اور نصیحت کے رنگوں کو رعنا بنا دیا ہے۔یہاں ایک نصیحت آموز حکایت چل رہی تھی اور اسی حکایت کے بیانیہ تسلسل میں یہ شعر ایک کڑی کی حیثیت سے وارد ہوا ہے:

صارَدَ کامِنہُ وَانشقّ الجبل

هَل رائَیتُم مِن جبلِ رَقصَ الجمل(۲)

ترجمہ:"وہ ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا۔کبھی تم نے پہاڑ سے (نکلتے) اونٹ کا رقص دیکھا ہے؟"

قرآن صالح علیہ السلام کی قوم کا ذکر موجود ہے۔جنابِ صالح علیہ السلام صاحبِ اعجاز نبی تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام کا علاقہ قدیم جزیرۃ العرب کے شمال مغرب میں "وادی القریٰ"میں واقع تھا۔یہ وادی اپنی سرسبز و شادابی کی وجہ سے بے مثال ہے اور اس خطہ پر قوم ثمود کی حکومت قائم تھی۔اس کے جنوب میں جزیرہ نما عرب کے مشرق میں قوم آباد تھی۔یہ دونوں قومیں انتہائی طاقتور اور وہ طویل القامت اور ممتاز شان و شوکت والی تھیں۔عاد و ثمود فن تعمیر میں بے مثال تھیں۔انہوں نے بہت خوبصورت گھر بنانے کے لیے بڑے پتھروں اور اونچے پہاڑوں کو تراشنے کے فن میں مہارت حاصل تھی۔یہ قوم ثمود کا حجر دارالحکومت تھا اور یہ شہر مدینہ سے شام تک اس کی سرزمین پر واقع ہے۔

اب یہ علاقہ مدین صالح کہلاتا ہے۔اسی شہر سے متصل ایک شہر "العلا" ہے جو بڑا بارونق اور آباد ہے۔یہ شہر مدینہ سے ساڑھے چار کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہیں۔حضرت صالح علیہ السلام کو قومِ ثمود جسے اپنے شاندار محلات، سبزہ زاروں اور خوبصورت مرغزاروں پر متکبر تھی۔اور سرکشی کے نشے میں چور تھی،کی طرف ہدایت دینے کے لیے بھیجا گیا تھا۔یہ بت پرست قوم تھی اور حق و انصاف سے عاری تھی۔بے حیائی، فحاشی اور شقی القلبی کی آخری حدوں کو پہنچ رہی تھی۔انسان رشتوں کا تقریباً کھو چکے تھے۔ انہی برائیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جناب صالح علیہ السلام کو منصب نبوت پر فائز کر کے اُن کی طرف بھیجا۔سورہ الاعراف کی آیت نمبر ۷۳ میں اللہ نے یوں کہا ہے:

"ہم نے قومِ ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔"(۳)

آپؑ نے اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ قوم ان کے خلاف ہو گئی۔ جس کا ذکر سورہ ہود کی آیت نمبر ۱۸ میں یوں کیا گیا ہے:

"انہوں نے کہا اے صالح !اس سے پہلے ہم تم سے کئی طرح کی توقع رکھتے تھے۔ اب وہ منقطع ہو گئیں۔ کیا تم ہم کو ان چیزوں سے منع کرتے ہو جن کو ہمارے بزرگ پوجتے چلے آئے ہیں اور جس بات کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو اس میں ہمیں قوی شبہ ہے۔"(۴)

جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو وعظ و نصیحت کے بجائے کسی معجزے کو ظاہر کرنے کی فرمائش کر دی۔ یہ اچانک نہیں ہوا تھا بلکہ ان کے تمام بڑے رہنما اکٹھے بیٹھ گئے اُن سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا جناب صالح علیہ السلام کو بلا کر یہ کہا جائے کہ حضرت صالح علیہ السلام کو بلا کر بتایا جائے کہ کہا اگر وہ سچے نبی ہیں تو کسی معجزے سے آغاز کریں کہ لوگ آپ کو نبی مان لیں۔ اس کے متعلق حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ کیسا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو تو آپ نے کہ وہ اپنے سامنے پہاڑ سے ایک اونٹنی نکلے گی اور وہ ایک گائے ہے جو ہم سب کو دودھ دے گی۔ اور اُس میں ایسی ایسی خوبیاں ہو نگیں۔ اِس کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم لوگوں کی یہ خواہش پوری کر دوں تو پھر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ گے ؟ تو اُن سب نے کہا:"ہاں، ہم سب تمہارے رب پر ایمان لے آئیں گے۔"اُس کے بعد صالح علیہ السلام نے دعا فرمائی اور اس کے ظہور کو سچ ثابت کرنے کی فرمائش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فرمائش پوری کی اور دیکھتے ہی دیکھتے پہاڑ سے بہت طویل القامت خوبصورت اور ان کی نشانیوں کے مطابق اونٹنی نکلی جو گابھن تھی۔ ثمود کے سرداران اور عوام یہ معجزہ دیکھ کر لاجواب ہو گئے تو اُس کے بعد قوم ثمود کے بڑے سرداروں میں سے ایک سردار جندی بن عمرو بن لبید نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایمان قبول کر لیا۔ لیکن اِس سب کے باوجود بھی قوم ثمود کے اکثر لوگ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر ڈٹے رہے اور حضرت صالح علیہ السلام کے معجزہ کو جادو قرار دینے لگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

"ناقۃ اللہ یعنی اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی تمہارے لئے ایک معجزہ ہے۔ اسے اللہ کی زمین پر کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی تکلیف نہ دینا اللہ تعالیٰ کا عذاب تو فوری پکڑ لے گا۔"(۵)

اونٹنی اور اس کا بچہ تمام دن قوم ثمود کے نخلستانوں میں چرتے رہتے تھے۔ تمام قبائلی اونٹنی کا دودھ جی بھر کر لیتے تھے لیکن اس میں کسی طرح کی نہیں آئی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کنویں کا پانی بھی تقسیم کیا۔ ایک دن اونٹنی اور اُس کا بچہ پانی پی رہے تھے اور اُسی دن قوم ثمود نے بھی اُسی دن کنویں سے پانی لیا۔ جب اونٹنی پانی پینے آئی تو اس نے کنویں کا سارا پانی پی کر جا چکے تھے۔ قرآنِ کریم میں سورہ ہود آیت نمبر ۱۵۵ تا ۱۵۶ یوں اس واقعے کا ذکر ہوا ہے:

”صالح نے اپنی قوم سے کہا: دیکھو یہ اونٹنی ہے۔ ایک دن اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری اور اس کو کوئی تکلیف نہ دینا۔ نہیں تو تم کو سخت عذاب آپکڑے گا۔“(٦)

ایسا کچھ عرصہ چلتا رہا۔ لیکن بعد میں قومِ ثمود کو یہ اونٹنی کھٹکنے لگی۔ ناقۃ اللہ سارے کنویں کا پانی ایک ہی سانس میں پی جاتی تھی چنانچہ وہ اس چیز کو جادو سے تشبیہ دینے لگ جاتے ہیں۔ شیطان مردود کے بہکاوے میں آکر اونٹنی سے جان چھڑانے کے لیے بہت سے منصوبے سوچنے لگتے ہیں اُن کی نظر میں اس کا حل یہ تھا کہ اُس کا جان سے مار دیا جائے۔ لیکن قوم ثمود کے سردار خود یہ کام کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ آخر کار اس نے دو اعلیٰ اور متمول گھرانوں کی چند خواتین کو چند نوجوانوں کے ساتھ مل کر یہ کام کرنے پر آمادہ کیا۔ اس پر عورتوں نے نشے میں دھت جوانوں کو اونٹنی کو مارنے پر آمادہ کیا۔ ان کے ساتھ سات دوسرے برے لوگ بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ نمل میں حضرت صالحؑ کا واقعہ اِس طرح سے بیان کیا ہے کہ:

”شہر میں نو افراد کی ایک جماعت تھی جو ملک میں فساد مچاتے پھرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔“(٧)

ان لوگوں نے پروگرام کے مطابق ان افراد کو گھات لگانے پر مامور کیا جبکہ باقی قوم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر اس سارے منظر کو چھپ کر دیکھنے لگی۔ اونٹنی اور اس کا بچہ جب کنویں پر پانی پینے آئے تو نو میں سے ایک آدمی نے تیر چلایا جو اس کی ٹانگ میں لگا اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ اونٹنی کو زخمی دیکھ کر لوگ خوف کے مارے پیچھے ہٹ گئے جس کو دیکھ کر وہ دونوں عورتیں آگے ہو گئیں اور مردوں کو کوسنے لگ گئیں۔ اس جماعت کے سربراہ شنا قادر بن سلف نے آگے بڑھ کر تیز تلوار کے وار سے اونٹنی کی پچھلی ٹانگوں کے اوپری حصے کو کاٹ دیا۔ اونٹنی ٹکرا کر زمین پر گر پڑی اور زور زور سے رونے لگی۔ اسی دوران انہوں نے زخمی اونٹنی کو گھیر لیا اور اسے نیزوں اور تلواروں سے مارا جس کی وجہ سے وہ مر گئی اور اونٹنی کا بچہ پہاڑ پر چڑھ گیا جو کہ چیختا چلاتا ہوا غائب ہو گیا جبکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اُن درندوں نے اُس کا تعاقب کر کے اُس کو بھی مار ڈالا تھا۔ اونٹنی کے مارے جانے کے بعد، اور کوئی سزا نہ دی گئی، قوم ثمود نے بہت خوشی منائی اور خوشی کا نعرہ لگایا۔ انہوں نے جناب صالح علیہ السلام کو للکارنا شروع کر دیا کہ جس عذاب کی آپ ہمیں دھمکیاں دے رہے ہیں اس پر عمل کریں۔ قرآن پاک میں سورہ الاعراف کی آیت نمبر ۷۰ میں ارشاد ہے:

”آخر انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ صالح جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے تھے۔ اگر تم اللہ کے پیغمبر ہو تو اسے ہم پر لے آؤ۔“(٨)

ناقۃ اللہ کی وفات کی خبر سن کر حضرت صالح علیہ السلام رونے لگے فرمایا: اِس بدبخت کو کسی بھی طرح کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا اور اِسی کی وجہ قوم ثمود کی دلیری اور جرأت میں اضافہ ہو گیا۔ خدا کا خوف اور اس کا خوف ان کے دلوں سے نکل گیا۔ اُنہوں نے اُسی رات کو حضرت صالحہ علیہ السلام کو بھی قتل کرنے کی منصوبہ سازی شروع کر دی تاکہ اونٹنی کے ساتھ اُن کا قصہ بھی تمام

کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے نو افراد پر مشتمل اسی ملعون گروہ مقرر کیے گئے۔ وہ اُسی پہاڑی گھاٹی میں تاک لگا کر بیٹھ گئے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام وہاں سے گزریں گے تو اُن کو قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی ہر چال اور فریب اور شیطان کی چالوں کو ناکام بنا دیا۔ اور جب وہ پہاڑ کے قریب وادی میں چھپے ہوئے تھے تو خدا نے پہاڑ سے پتھر پھینکے جن کی زد آ کر وہ سب ہلاک ہو گئے۔ اگلی صبح جب لوگوں کا وہاں سے گزر ہوا تو اُنہوں نے دیکھا کہ وہی قاتل اونٹنی پتھروں کے نیچے دب کر مر گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے فرمانے لگے کہ تم لوگوں کے پاس صرف تین دن کا وقت ہے۔ اس کے بعد تم پر سخت عذاب آئے گا۔ قوم ثمود اس پر ہنسے، اس کا مذاق اڑایا اور طنزیہ انداز میں پوچھا کہ ہم تین دنوں کو کس طرح گزاریں گے؟ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور اس کے بعد دوسرے دن سرخ ہو جائے گا۔ اور تیسرے دن تمہارے چہروں پر نحوست عیاں ہو جائے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ اور چوتھے روز تم سب پر اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب نازل ہو گا۔ جب تین دن ایسا ہوا تو وہ قوم ڈر گئی اور قوم اِس انتظار تھی کہ اب نہ جانے کس قسم کا اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے ہو گا۔ جیسے ہی چوتھے دن کا سورج طلوع ہوا تو آسمان سے ایک زوردار کڑک آواز سے اِن کے کانوں کے پردے پھٹ گئے۔ اس آواز کے ساتھ ہی ان کی روحیں جسم سے نکل گئیں اور اپنی جگہوں پر اوندھے منہ گر پڑیں اور سسکیاں لے رہی تھیں۔ پلک جھپکتے ہی لاکھوں انسانوں پر مشتمل ایک بہت ہی مضبوط اور طاقتور قوم جانوروں کے بھوسے کی طرح ختم ہو گئی تھی۔ متکبر، گستاخ، بے دین لوگوں کا آباد یہ شاندار اور بارونق شہر اب ایک خاموش شہر اور ہمیشہ کے لیے نشان عبرت بن چکا ہے۔ سورہ ہود میں اس عذاب کے آنے کا یوں ذکر ہوا ہے:

> ”اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا، ان کو چنگھاڑ کی صورت میں عذاب نے آ پکڑا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ گویا کبھی ان میں بسے ہی نہ تھے۔ سن رکھو کہ ثمود نے اپنے پروردگار سے کفر کیا۔“(۹)

جو لوگ صالح علیہ السلام کے ہاتھوں ایمان لائے اُن کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ حضرت عمرؓ سے مسند احمد میں ایک حدیث میں مروی ہے کہ ۹ ہجری میں آپؐ جب تبوک کی جنگ پر جا رہے تھے تو وادیٔ ثمود سے گزرے۔ یہ ویران اور اجڑی ہوئی جگہ تھی اور صحابہ سے کہا یہاں سے جلدی میں گزر جائیں اگر آپ کو پانی کی ضرورت ہو تو اِس کنویں سے پانی لے لیں جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ بہت سارے صحابہؓ نے آٹا گوندنے کے لیے دوسرے کنویں سے پانی لیا اور آپؐ سے اُس کو پھینک دیا۔ اس دوران آپؐ استغفار کرتے رہے۔ مولانا رومؒ نے اس پورے واقعہ کو حکایت میں بیان کیا ہے لیکن عربی کے ایک شعر میں جس طرح سے اجمالاً بیان کر دیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اگرچہ یہ حکایت کی صورت

میں پورا قصہ بیان ہوا ہے تاہم عربی کا یہ شعر ایجاز و اختصار کی وجہ سے اس لیے بھی بے مثال ہے کہ پورا واقعہ اسی ایک شعر سے بر آمد ہو رہا ہے۔ یہ فکر و فن کا ایسا حسین امتزاج ہے جو واقعی قابلِ داد ہے۔

نُعط مَن اَعرَض هُنا عن ذکرنَا

عَیشةً ضَنکاَ و نَحشُر بِالعَمٰی(۱۰)

ترجمہ:۔"جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا۔ ہم اس کو دیں گے تنگ زندگی اور قیامت میں اس کو اندھا اٹھائیں گے۔"

مولانا رومؒ کی مثنوی معنوی میں جو عربی اشعار ہیں ان میں سے وہ موضوعات بھی اپنائے گئے ہیں جن کا تعلق انسانی جبلت اور انسانی نفسیات سے ہے۔ مثال کے طور پر یہ انسان کی جبلت ہے کہ وہ کسی ایک مستقل حالت میں رہ رہ کر اُکتا جاتا ہے اور بیزاری کی وجہ سے ذہنی دباؤ میں چلا جاتا ہے۔ یہ انسانی نفسیات ہے جسے آپ فطرتِ انسانی بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی حال میں بھی خوش نہیں ہے اور اس کے سامنے پڑی نعائمِ فطرت بھی اسے شکر پر آمادہ نہیں کر سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اسے شکر کرنے کا کہا ہے جو کہ واقعی انسان کی نفسیات کے لحاظ سے ایک مشکل کام ہے کیونکہ نفس اس پر آمادہ نہیں ہوتا اور نفس کو نیکی کی طرف راغب کرنا جہاد سے مشابہ ہے۔ انسان اسی وجہ سے کسی بھی ایک حالت میں مسلسل نہیں رہ سکتا۔ گرمی میں سردی کو طلب کرتا ہے اور سردی میں گرمی کو طلب کرتا ہے لیکن جب موسم کا ادل بدل ہو جائے تو ایک موسم میں مسلسل رہ نہیں سکتا۔ وہ دوسرے موسم کی جلد ہی خواہش کرنے لگتا ہے۔ وہ کسی حال میں اللہ کا شاکر نہیں بنتا بلکہ نفسِ امارہ کا اسیر رہتا ہے۔ اسی مضمون کو عربی متون پر مشتمل اشعار میں مولانا رومؒ نے یوں پیش کیا ہے:

یَطلُب الانسانُ فِی الصّیفِ الشتآء

فَاِذَا جائَ الشتآئُ اُنکرّذا

فَهُوَ لَا یَرضٰی بِحالِ اَبَّدا

لا یضیقُ لا بعیشِ رغَّدا

قُتِلَ الاِنسَانُ مَا اَکفرَهُ

کُلّما نَالَ الهُدیٰ اَنکرَهُ(۱۱)

ترجمہ: انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے (مگر) جب جاڑا آتا ہے تو اسے بُرا لگتا ہے۔ وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا۔ نہ تنگی میں نہ وسیع عیش میں۔ انسان غارت ہو، کس قدر ناشکرا ہے، جب ہدایت پالیتا ہے اس کا انکار کرتا ہے۔

انسان کو کسی حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیے۔ جبکہ مولانا رومؒ کہتے ہیں لوگوں کی اکثریت کے معاملے میں حقیقت اس کے برعکس ہے اور انسان کو کسی حال میں بھی خوش نہیں کیا جاسکتا۔

دیگر موضوعات میں سے اخلاقی، تاریخی اور علمی نوعیت کے موضوعات ہیں جنھیں مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی کے عربی اشعار میں بیان کیا ہے۔ انسان کو ادب و آداب سکھانے کے حوالے سے ہر امت کے رسولوں نے اخلاقی ضوابط سکھائے ہیں اور رسول اللہؐ نے بھی اس ضمن میں اپنی امت کو آداب سکھائے ہیں۔ انسان کی تمام ضرورتوں میں سے سب سے اہم ضرورت روزی روٹی ہے قرآن و حدیث میں واضح احکامات دیئے گئے۔ اللہ نے انسان کے ساتھ رزق دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن یہ رزق طلب و محنت کے ساتھ مشروط ہے جبکہ بعض لوگوں نے اسے غلط سمجھا ہے اور اسباب کے ذریعے سے رزق تلاش کرنے کے بجائے جمود اور عدم تحرک کا شکار ہو گئے جن کی اصلاح مولانا نے اس شعر میں کی ہے:

أُطلبوا الارزاقَ مِن اَسبابِهَا

وَادخلُوا الاوطانَ مِن ابوابِهَا(۱۲)

ترجمہ: رزقوں کو ان کے اسباب سے طلب کرو اور وطنوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔

تاریخی موضوعات میں سے قومِ سبا کی طرف بھیجے جانے والے رسولوں کے واقعات اہم ہیں جنھیں مولانا رومؒ نے مثنوی کے عربی اشعار میں نظم کیا ہے۔ قومِ سبا یمن میں آباد تھی۔ بلقیس اور قومِ تبع بھی یہیں کے تھے۔ سبا ایک ایسے شخص نام تھا جس کے دس بچے تھے جس میں سے چار شام میں اور باقی چار شام میں آباد تھے۔ مذحج، کندہ، زاد، اشعر، اغار، حمیر یہ یمن میں بسے اور انھی سے جو قوم بنی وہ قومِ سبا کہلاتی تھی۔ یہ بڑی آسائش اور عیش و عشرت والا علاقہ تھا۔ اللہ کے رسولؑ یہاں قومِ سبا کے پاس آتے اور انھیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف بلاتے اور اللہ کا شکر ادا کرنے کو کہتے۔ کچھ زمانے تک متعدد رسولؑ آئے اور ہدایت پہنچانے کا یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن قومِ سبا سرکشی کرتی رہی اور انھیں جھٹلاتی رہی یہاں تک ایک روز اس زور کا سیلاب آیا کہ ان کے کھیت کھلیات اور نخلستان ویران ہو گئے اور یوں ان کی ناشکری کا انجام ہوا۔ مولانا رومؒ نے یہاں براہِ راست قومِ سبا کے کو مخاطب کر کے رسولوںؑ کی تعظیم و اطاعت کرنے کو کہا ہے جس کا مقصود دراصل امتِ مسلمہ کے لیے عبرت حاصل کرنے کا ہے۔

صَدِقُوا رُسلاً کِراماً یا سبا

صَدِقُوا روحاً سباهاً من سَبَا

صَدِقُوهُم هُم شُمُوسٌ طَالعهَ

یُومنُوکُم مِن مَخَازِی القارعَه

صَدِقُوهُم هُم بُدُورٌ زَاهِرَه

قَبلَ اَن یُلقُوکُم بِالسَّاهِرَه

صَدِقُوهُم مصابیح الدُجیٰ

اَکرِمُوهُم هیُم مفاتیح الرِّجَا

صَدِقُوا مَن لَّیس یَرجُو خیرَکُم
لَا تَضلُّوا لا تصدُّوا غیرَکُم(۱۳)

ترجمہ: اے سبا(والو) شریف رسولوں کی تصدیق کرو۔اس کی روح کی تصدیق کرو جس کو قید کیا ہے جس نے بھی قید کیا ہے۔ان کی تصدیق کرو، وہ طلوع کرنے والے سورج ہیں۔وہ تمھیں قیامت کی رسوائیوں سے امن دلائیں گے۔ان کی تصدیق کرو، وہ روشن چاند ہیں۔اس سے پہلے کرو کہ تم سے میدانِ قیامت میں ملاقات کریں۔ان کی تصدیق کرو، وہ تاریخ کے چراغ ہیں۔ان کی عزت کرو وہ امید کی کنجیاں ہیں۔اس کی تصدیق کرو جو تمھارے مال کا امیدوار نہیں ہے۔گمراہ نہ بنو، اپنے غیر کو نہ روکو۔

مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی کے بہت سے اشعار میں احادیثِ رسولؐ کے متون کو بھی من و عن موزوں کیا ہے اور یہ احادیث انھوں نے اشعار کی صورت میں وہاں موزوں کی ہیں جہاں کسی حکایت کے بیان کا آغاز ہوتا ہے۔اس سلسلے میں یہ مشہور حدیث ملاحظہ کیجیے جو مولانا رومؒ نے شعر کی صورت میں یوں موزوں کیا ہے:

تفسیر ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِی کَمَثَلِ سفینَۃُ نُوحِ مَّن
تَمَسَّک بِھَا نَجا وَ مَن تَخَلَّفَعَنھَا غرَقَ(۱۴)

ترجمہ: اس حدیث کی تفسیر کہ میری امت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو اس سے وابستہ ہوا وہ بچا اور جو اس سے بچھڑا وہ ڈوبا۔

قَد جَعَلنا الجبلَ فِي اَعنَاقِهِم
وَاتَّخَذنَا الجبلَ مِن اخلاقِهِم
لَیسَ مِن مُستقذِرٍ مُستنقه
قَطُّ اِلَّا طائِرُهُ فِي عُنقِه(۱۵)

ترجمہ: بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں رسی ڈال دی ہے اور ہم نے رسی ان کے اخلاق سے بنائی ہے۔نہیں ہے کوئی بھی گنہگار(یا) پاک، ہرگز مگر اس کا اعمال نامہ اس کی گردن میں ہے۔

احادیثِ رسولؐ کے موضوعات کے علاوہ عربی متون والے اشعار میں قرآنی موضوعات بھی بیان ہوئے ہیں۔مثال کے طور پر ذیل کے اشعار میں مولانا رومؒ نے قرآنِ کریم کی سورہ " زلزال " کی آیات کے مفہوم کو بیان کیا ہے اور اس سورہ کے الفاظ کو بھی شعر میں موزوں کیا ہے جو روزِ محشر زمین کی گواہی دینے سے متعلق ہیں:

تُحَدثُ حَالَهَا و اَخبَارَهَا
تُظهِرُ الاَرضُ لَنا اَسرارَهَا(۱۶)

ترجمہ: کیونکر وہ اپنی حالت اور خبریں بتائے گی۔زمین ہمارے لیے اپنے راز ظاہر کر دے گی۔

قرآنی مفاہیم کی طرح حدیثِ رسولؐ کے ایسے موضوعات کو بھی لیا ہے جو عامۃ الناس کے عقلی سطوح اور مزاج و مذاق سے متعلق ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے گفتگو کی ماہیت اور اس کے قرائن کا لحاظ سامعین کے عقلی استعداد کو مدِ نظر رکھ کر کرنے کو فرمایا ہے۔ مولانا رومؒ کے عربی اشعار میں اس کی تعبیراتی سطوح بھی ملاحظہ کیجئے:

بیان این خبر کہ كَلِّموا النَّاسَ علىٰ قدرِ عُقُولِهِم
لَا علىٰ قَدر عُقولِكُم حَتىٰ لَا يُكذَبُ اللهَ وَ رَسُو لهُ صلّى اللهُ عليهِ وَسَلَّمَ(۱۷)

ترجمہ: اس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو نہ کہ اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اس کا رسول جھٹلا نہ دیا جائے۔

اسی طرح مندرجہ ذیل عربی اشعار میں قرآنی موضوعات ملاحظہ کریں:

أُطلُبِ المَعنٰى مِن الفُرقان و قُل
لا نُفَرِّقُ بَينَ احادِ الرُسُل(۱۸)

ترجمہ: اس کا مطلب قرآن میں تلاش کر اور کہہ کہ ہم رسولوں کی شخصیتوں میں فرق نہیں کرتے۔

تَا اِلَيهِ يَصعَدُ اطيابُ الكلم
صاعداً منا الٰى حيثُ عَلم
تَرتَقِى اَنفَاُسُنا بِالاتقَاء
مُتحَفا مَنّا اِلىٰ دَارِ البقاء
ثُمَّ ياتينا مُكافاتُ المِقال
ضعفُ ذاكَ رحمةً من ذى الجلال
ثُمّ يُلجينا الىٰ امثالِها
كَى يَنَالُ العبدُ مِمَّا نَالَهَا
هكذا تَعرجُ و تنزل دائماً
ذا فَلا زالت عليه قائماً(۱۹)

ترجمہ: یہاں تک کہ پاک کلمات اس (اللہ) کی طرف چڑھتے ہیں۔ ہماری طرف سے اس جگہ تک بلند ہوتے ہیں جس کو وہ جانتا ہے۔ پرہیزگاری کی وجہ سے ہماری سانس چڑھتے ہیں ہماری جانب سے بطور تحفہ دار البقاء تک اور ذوالجلال کی طرف سے ہمیں پھر کلمات کا بدلہ (اجر) ملتا ہے۔ پھر وہ ہمیں مجبور کرتا ہے ان جیسوں پر تاکہ بندہ حاصل کرے وہی جو ان سے حاصل کر چکا ہے اور اس طرح وہ (کلمات (چڑھتے اور اترتے ہیں اور اس روش پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔

غرض یہ کہ مثنوی معنوی مولانا رومؒ میں عربی نوعیت کے اشعار فکری سطوح پر تو مثنوی معنوی

کے فارسی اشعار سے تشابہ کے حامل ہیں لیکن فنی و لسانی سطوح پر انفرادیت کی شان رکھتے ہیں۔ ان اشعار سے مولانا رومؒ کی قادر الکلامی کا اظہار ہوتا ہے۔ عربی اشعار میں بعض تو ایسے ہیں جو مکمل طور پر آیاتِ قرآنی پر مشتمل ہیں اور الفاظ بھی وہی استعمال ہوئے ہیں جو قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح جو احادیث پر مشتمل اشعار ہیں ان میں احادیثِ رسولؐ کے مکمل متون استعمال کیے گئے ہیں جو فنی اعتبار سے انھیں منفرد بنا دیتے ہیں۔ اس لیے کہ عام عربی الفاظ کو شعر میں استعمال کرنے میں اور قرآنی آیات اور حدیث کو موزوں کرنے میں بہت فرق ہے۔ موخر الذکر کام کو سر انجام دینے میں شاعر کی فنی صلاحیتوں کا امتحان ہوتا ہے لیکن مولانا رومؒ نے اس خوبصورتی کے ساتھ متفرق مضامین کو عربی اشعار کو نبھایا ہے جیسے مرصع ساز نگینوں کو مہارت کے ساتھ لڑی میں پرو دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی، (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۴ء)، دفتر پنجم، ۱۰۹۔

(۲) مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی، (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۴ء)، دفتر اول، ۲۵۔

(۳) ایضاً، دفتر سوم، ۲۰۔

(۴) سورہ ہود: ۱۸

(۵) ایضاً، دفتر سوم، ۶۴۔

(۶) ایضاً، دفتر سوم، ۱۵۵ تا ۱۵۶۔

(۷) سورہ النمل: ۴۸

(۸) سورہ الاعراف: ۱۰۸

(۹) سورہ ہود: ۶۸

(۱۰) مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی، دفتر سوم، ۵۰۔

(۱۱) ایضاً، ۵۲۔ (۱۲) ایضاً، ۱۵۵۔ (۱۳) ایضاً، ۲۸۸۔

(۱۴) مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی، دفتر چہارم، ۵۹۔

(۱۵) ایضاً، ۱۶۲۔ (۱۶) ایضاً، ۲۵۱۔ (۱۷) ایضاً، ۲۶۶۔

(۱۸) مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی، دفتر اول، ۱۱۰۔

(۱۹) ایضاً، ۱۱۰۔

References

1. Moulana jalal-ud-din Romi, *Masnavi Manwi*, (Lahore: Alfaisal Nashar, 2004)، daftar 05, p109.
2. Moulana jalal-ud-din Romi, *Masnavi Manwi,* (Lahore: Alfaisal Nashar, 2004)،daftar 01،p25.
3. ibid, daftar 03, p20.
4. Al-Quran, Surat Hood:18
5. ibid, daftar 03, p64.
6. ibid, daftar 03, p155-156.
7. Al-Quran, Surat Namal:48
8. Al-Quran, Surat Al-'Araaf:108
9. Al-Quran, Surat Hood:68.
10. Moulana jalal-ud-din Romi, Masnavi Manwi,daftar 03, p50.
11. ibid, p52.
12. ibid, p155.
13. ibid, p288.
14. Moulana jalal-ud-din Romi, *Masnavi Manwi*, daftar 04, p59.
15. ibid, p162.
16. ibid, p251.
17. ibid, p266.
18. Moulana jalal-ud-din Romi, *Masnavi Manwi*, daftar 01, p110.
19. ibid, p110.

❖❖❖